برطانوی دور کی شخصی یادگار

چوہدری رستم علی

سر ظفر اللہ

ننگِ وطن کردار کی جھلکیاں

سر ظفر اللہ کی وفات سے قادیانیت کی تاریخ کا ایک باب ختم ہوگیا۔ سر ظفر اللہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو بچپن میں دیکھا اور ان کی نبوت پر ایمان لائے کیونکہ ان کا گھرانہ قادیانیت کی آغوش میں جاچکا تھا۔ ۱۹۰۴ء میں مرزا غلام احمد سیالکوٹ میں ایک لیکچر دینے گئے تو سر ظفر اللہ اس مجلس میں موجود تھے۔ وفاداری بشرطِ استواری کے اصول کے تحت آپ نے تمام عمر قادیانیت کے لئے وقف کر دی۔ مرزا قادیانی کے بعد حکیم نورالدین کے دور (۱۹۰۸ - ۱۴ء) میں آپ نے لندن میں تعلیم مکمل کی اور پھر مرزا محمود (۱۹۱۴/۱۹۶۵ء) کے انتہائی قریبی ساتھیوں میں رہے۔ مرزا محمود کے بعد تیسرے قادیانی سربراہ مرزا ناصر احمد اور موجودہ سربراہ مرزا طاہر احمد سے بھی آپ نے بھرپور تعاون کیا اور کسی طور بھی قادیانی مسلک کی ترویج اور اپنے مشن کے لئے کام کرنے میں کوتاہی نہ کی۔ اگرچہ اس دور میں قادیانیت کو بہت سخت اور صبر آزما حالات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔

سر ظفر اللہ کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں۔ آپ ایک وکیل، آئینی و سیاسی مدبر اور قانون دان تھے۔ برطانوی دور میں اور عہدوں کے علاوہ آپ وائسرائے کی کونسل کے ایک ممبر بھی تھے اور اس لحاظ سے انگریز کی نوآبادیاتی پالیسی سے بخوبی آگاہ رہتے تھے۔ سر ظفر اللہ کا تمام کیریئر اس بات پر منحصر تھا کہ آپ انگریز کے خود کاشتہ پودے کی ٹہنی کا پتہ تھے۔ برطانوی سامراج کی پالیسیوں کی تکمیل اور ان کے نوآبادیاتی عزائم کو پورا کرنے میں ہر وقت اور ہر طرح مستعد رہتے تھے۔ مرزا محمود سربراہ دوم اور برطانوی اعلیٰ افسروں کے درمیان رابطے کا اہم ذریعہ آپ ہی کی ذات تھی۔ انگریز کو آپ کی وفاداری، تاجِ برطانیہ سے محبت، برطانوی راج کے استحکام کیلئے سرفروشی اور فدائیت پر پورا پورا یقین و اعتماد تھا۔ برطانوی حلقوں میں آپ شاہ (انگلستان) سے زیادہ وفادار سمجھے جاتے تھے۔

قادیانی جماعت نے ۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۷ء تک جن جن سیاسی سازشوں میں حصّہ لیا اس کے پس پردہ آپ کی مشاورت اور مرزا محمود کے احکامات کو گہرا دخل تھا۔ ۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم اوّل، ترکی خلافت، عدم تعاون، ہجرت وغیرہ کی تحریکوں میں قادیانیوں کے گھناؤنے اور اسلام دشمن سیاسی کردار میں سر ظفر اللہ کا بڑا حصّہ تھا۔ آپ ہی نے پہلی دفعہ مرزا محمود کے ساتھ ۱۹۱۷ء میں یہودی سیکرٹری آف سٹیٹ لارڈ منٹو سے دہلی میں ملاقات کی اور سیاسی

امور خصوصاً خود مختار حکومت کے مسئلہ پر قادیانی موقف کی وضاحت کی اس کے بعد ہر نئے وائسرائے ہند کو جماعت احمدیہ نے جو ایڈریس پیش کئے ان میں آپ پیش پیش رہے۔ ان ایڈریسوں میں جماعت کی انتہائی وفاداری، انگریز کی سچی خدمت اور اطاعت کامل کے جذبات کا اظہار ہوتا اور تجدید عہد کی جاتی۔ انگریز کی سیاسی پالیسیوں اور شاطرانہ چالوں کی تکمیل کیلئے احمدیہ جماعت کو خفیہ فنڈز سے معتدبہ حصہ ملتا تھا۔ مرزا محمود نے کئی خطبوں میں کہا ہے کہ وہ انگریز کی سیاسی خدمات انجام دیتے رہے۔ حتیٰ کہ احمدیہ جماعت، برطانوی حکومت کی ایک سیاسی ایجنسی سمجھی جاتی تھی اور احمدی انگریز کے جاسوس قرار دیے جاتے تھے۔ انگریز ایک طرف خفیہ مالی ذرائع مہیا کرتا۔ تو دوسری طرف مسلمانوں کے کوٹے سے قادیانیوں کو اعلیٰ عہدے عطا کرکے وفادار جماعت کی ترقی میں مدد دیتا۔

سر ظفر اللہ برطانوی سول سروس کے افسروں اور قادیانی امیدواروں کے درمیان ایک اہم رابطہ تھے۔ آپ قادیانیوں کی ایک مقررہ تعداد کو فوج، سول اداروں اور خفیہ اداروں میں بھرتی کراتے اور ان کو بڑھنے پھولنے کے مواقع مہیا کرتے تاکہ خلافت کے چندوں میں اضافہ ہو۔ مرزا قادیانی کی امت بڑھے اور انگریز کے راز محفوظ رہیں۔

سر ظفر اللہ کو سر فضل حسین کی زبردست سرپرستی حاصل رہی۔ آپ کو گول میز کانفرنس میں سر فضل حسین نے بھجوایا۔ تاکہ قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی آواز کو دبائیں ان کانفرنسوں میں آپ نے سر فضل حسین کی سیاسی پالیسی کے ترجمان کے طور پر کام کیا اور انگریز سے خراج تحسین حاصل کیا اور سر کا خطاب پایا۔ چوہدری رحمت علیؒ کی پاکستان سکیم کو آپ نے واہمہ اور ناقابل عمل بتایا۔

۱۹۳۱ء میں انگریز کے خلاف ہندوستانی انقلابیوں کی تحریکوں میں سر ظفر اللہ انگریز کے قانونی مشیر تھے اور دہلی سازش کیس میں سرکار کے وکیل تھے۔ سر جیمز کیریر رکن داخلہ سرکار برطانیہ آپ کو کراؤن کونسل مقرر کرنے میں از حد دلچسپی رکھتے تھے۔ اسی سال ۱۹۳۱ء میں قادیانی حلقوں نے برطانوی اہل کاروں، سرکار پرستوں، جاگیرداروں اور نوابوں کی مدد سے مسلم لیگ کی قیادت کو چار بڑے دھڑوں میں تبدیل کرکے ایک دھڑے کی صدارت کے لیے سر ظفر اللہ کو منتخب کیا لیکن اسلامیان ہند نے مسلم لیگ کا یہ اجلاس نہ ہونے دیا۔ ایک کوٹھی میں چھپ چھپا کر چند ریزولیشن پاس کرکے پریس کو دے دیے گئے۔ اس زمانے (۱۹۳۲ء) میں وائسرائے نے آپ کو اپنی کونسل میں بطور ممبر لے لیا۔ سر فضل حسین نے اسکی بھرپور سفارش کی۔

۱۹۳۵ء کے بعد آزادی کشمیر کی جدوجہد میں مسلم زعماء نے ہندوستان سے ایک تحریک کی نیو اٹھائی قادیانی شاطر مرزا محمود نے کشمیر میں قادیانی سٹیٹ قائم کرنے کی ایک سازش تیار کرکے انگریز کی مدد سے ایک وسیع تبلیغی پروگرام تیار کیا۔ ظفر اللہ نے برطانوی نو آبادیات کی سیاسی پالیسی کی تکمیل کے لئے برطانوی سیکرٹری آف سٹیٹ کے اشاروں پر کشمیر میں سیاسی رہنماؤں کو خریدا اور ریاست میں قادیانی مشن قائم کرائے۔ مرزا محمود نے کشمیر کمیٹی

کے پلیٹ فارم کو ان مذموم مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ انگریز کشمیر اور شمالی سرحدی علاقوں میں وفادار جماعتوں اور جاسوسوں کو پروان چڑھا کر ایک تو روسی توسیع پسندی کا مقابلہ کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے اس علاقے کے شخص کو بدلنا چاہتا تھا۔ احرار رہنماؤں نے قادیانیوں کی ان سازشوں کا بھرپور مقابلہ کیا اور سر ظفر اللہ بطور مسلمان وائسرائے کی کونسل میں تقرر کے خلاف آواز اٹھائی۔ قادیان میں احرار کی تحریک (۱۹۳۴ء) جسٹس کھوسلے کے جرأت مندانہ فیصلے کشمیر چلو کے نعرے اور احرار رضاکاروں کی گرفتاریوں نے سامراجی تنظیم قادیانیت پر کاری ضرب لگائی۔ ان حالات میں سر ظفر اللہ نے خود اور اپنی والدہ   کی معرفت وائسرائے پر کافی اثر ڈالا اور احرار کی تحریک کو ناکام بنانے میں ہر حربہ اختیار کیا۔

شہید گنج کی تحریک کے در پردہ سیاست میں سر ظفر اللہ اور سر فضل حسین کی شاطرانہ چالوں کو گہرا دخل تھا۔ قادیانی رضاکاروں نے مسلمانوں اور احرار کے زعماء کے درمیان تصادم پیدا کرنے اور پنجاب کی سیاست میں سرکار نواز یونینسٹ طبقے کو ابھرنے کا موقع دینے میں پوری توانائیاں صرف کیں جس کے نتیجے میں "احرار کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔"

۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت جو انتخابات ہوئے ان میں قادیانی جماعت پنجاب کی یونینسٹ قیادت کے ساتھ تھی۔ قادیانیوں نے مسلم لیگ کی بھرپور مخالفت کی اور کانگرسی وزارتوں کے قیام پر خوشی کے شادیانے بجائے۔ لاہوری جماعت کے اخبار پیغام صلح کے ۱۹۳۷ء کے فائل قادیانیت کے سیاسی چہرے کی نقاب کشائی کرتے ہیں اور ظفر اللہ کے سیاسی کردار کے خد و خال پیش کرتے ہیں۔ لاہوری جماعت نے مسلم لیگ کی پالیسی سے اتفاق کیا جبکہ قادیانی جماعت نے کانگرس کا ساتھ دیا اور بعض کانگرسی رہنماؤں کو قادیان مدعو کیا گیا۔ ۱۹۳۵ء میں حضرت علامہ اقبالؒ کے جرأت مندانہ مقالے نے قادیانیت کے سیاسی عزائم اور دینی غداریوں کو واضح کر دیا تھا جس کے بعد قادیانی پنڈت نہرو سے عقیدت کا اظہار کر رہے تھے پنڈت جی کا لاہور سٹیشن پر قادیانی رضاکاروں نے استقبال کیا اور فخر قوم کے نعرے لگائے۔ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۵ء تک کا زمانہ کانگرس سے پینگیں بڑھانے میں گزر گیا۔

دوسری جنگ عظیم میں سر ظفر اللہ انگریز کا نفس ناطقہ تھا۔ قادیانی جماعت نے جنگ میں بھرتی دی، مالی تعاون کیا اور بین الاقوامی سطح پر تحریک جدید کے مشنوں کے تحت انگریز کے لئے جاسوسی کی۔ سر ظفر اللہ اور مرزا محمود ان تمام کارروائیوں کے پس پردہ برطانوی مہروں کے طور پر کام کرتے رہے۔ انہوں نے کبھی بھی مسلمانوں کی آزادی و حریت کے حق میں آواز نہ اٹھائی۔ جتنی جتنی انگریز نے ہندوستان کو آزادی دینے کی پالیسی میں نرمی کی اتنی اتنی قادیانی پالیسی میں اپنے مفاد کے لئے لچک پیدا ہوئی۔ ۱۹۴۵ء سے لیکر ۱۹۴۶ء تک نہ تو

سر ظفر اللہ نے اور نہ ہی مرزا محمود نے پاکستان کے حق میں کوئی آواز بلند کی ان کی تمام تر توجہ قادیان کو اپنی مملکت بنانے پر مرکوز رہی۔ ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں قادیانی جماعت نے مسلم لیگ کی نام نہاد حمایت کا جو اعلان کیا وہ انتہائی منافقت، عیاری اور موقع پرستی پر مبنی تھا۔ ہر حلقے کے انتخاب میں قادیانیوں نے الگ پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ اکثر جگہوں پر یونینسٹ امیدواروں کا ساتھ دیا گیا اور کئی آزاد امیدواروں نے قادیان میں آکر جماعت احمدیہ کا تعاون حاصل کرنے کے معاہدے کئے۔

سر ظفر اللہ احرار کی ایک اہم سیاسی شخصیت کو سیالکوٹ سے قادیان لائے اور مرزا محمود سے ایک معاہدہ کرنے کی سفارش کی۔ کئی انتخابی حلقوں میں قادیانیوں نے مسلم لیگ کے امیدواروں کے خلاف ذلیل پراپیگنڈہ کیا اور انہیں ناکام بنانے کے حربے اختیار کئے۔ سر ظفر اللہ کا ایک بھی ایسا بیان موجود نہیں جس میں انہوں نے پاکستان کی حمایت کا اعلان کیا ہو۔ یا مسلم لیگ کی ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء تک کی سیاسی پالیسی کے حق میں کوئی واضح بیان دیا ہو۔ آپ کو انگریزی حکومت کے ہمیشہ کے قیام میں اپنی اور قادیانیت کی بقاء مضمر نظر آتی تھی آپ کے دینی عقائد، سیاسی مزاج اور برطانوی آقاؤں سے تعلقات اس بات کی کسی طور پر اجازت نہ دیتے تھے۔ کہ آپ انگریز کی بالادستی کو ڈھلتا ہوا دیکھیں۔ قادیان کی آزادانہ حیثیت کے قیام کے لئے ۱۹۴۷ء کے وسط میں مرزا محمود نے اپنی سیاسی پالیسی میں جو معمولی تبدیلی پیدا کی اور مسلم لیگ کی طرف جس جھکاؤ کا اظہار کیا اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ کیونکہ پنجاب کی تقسیم کا اعلان ہو چکا تھا۔ اور پاکستان کا وجود ایک حقیقت بن کر ابھر رہا تھا۔ قادیان میں علیحدہ ویٹیکن قسم کی ریاست عملاً دشوار امر تھا۔

سر ظفر اللہ نے پاکستان کے وزیر خارجہ کے طور پر برطانوی اور بعد میں امریکی اشاروں پر جو خارجہ پالیسی وضع کی اس کے مضمرات ہمارے سامنے ہیں۔ کشمیر کے مسئلے پر آپ کی طویل تقریریں مسئلے کو الجھانے کا باعث بنیں۔ افغانستان کے سلسلے میں آپ نے وہ رویہ اختیار کیا جو مرزا قادیانی نے برطانوی جاسوس مولوی لطیف کی سنگساری اور مرزا محمود نے دوسرے قادیانی جاسوسوں کے افغانستان میں قتل کے سلسلہ میں روا رکھا۔

فلسطین یا دیگر اسلامی ممالک کی آزادی کے سلسلے میں سر ظفر اللہ نے پاکستان کی سیاسی پالیسی اور اس کے عربوں کی حمایت کے موقف کو پیش کیا۔ اپنی ذاتی حیثیت سے وہ ان اسلامی ممالک کے تمام باشندوں کو مطلق کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے۔ ان ممالک کے سربراہوں نے اپنے نیم خودمختار یا انقلابی اقتدار میں قادیانی مشن یا تو قائم نہ ہونے دیتے یا ان کے قیام کے بعد ان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کا "جرم" کیا۔ مرزا قادیانی نے دنیا کے تمام اسلامی ممالک میں اپنا لٹریچر روانہ کر کے وہاں کے علماء، زعماء اور خلافت ترکیہ کے خلاف نہایت بدگوئی کی اور ان کی تباہی کی پیش گوئیاں اور انگریز کی حکومت کے غلبے کی دعائیں کیں۔ مرزا محمود

نے اپنے جاسوسوں اور صیہونی ایجنٹوں اور یہودی آقاؤں کی مدد سے اسلامی ممالک کی سالمیت کو نقصان پہنچایا۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے اس شجرِ خبیثہ کا ایک پھل کسطرح مسلمانوں کا بہی خواہ ہو سکتا تھا۔؟ وہ ایک تنخواہ دار وکیل کی طرح تھا جس کو فیس ادا کر کے آپ کسی قسم کے کیس کی وکالت کرا سکتے ہیں۔ پاکستان کی وزارتِ خارجہ سے علیحدگی کے بعد وفات تک کے تقریباً تینتیس ۳۳ سالوں میں سرظفر اللہ، قادیانی جماعت، مرزا محمود، مرزا ناصر اور مرزا طاہر میں سے کسی نے بھی فلسطین یا اسلامی ممالک کے لئے کوئی آواز بلند نہ کی۔ انہوں نے تو صیہونی اشاروں پر فلسطین میں ۱۹۴۸ء سے لے کر آج تک مسلمانوں کے خلاف گھناؤنی سازشیں کیں جنکی تفاصیل کتاب "قادیان سے اسرائیل تک" موتمر المصنفین اکوڑہ خٹک میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

عالمی عدالتِ انصاف میں امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ مسٹر ڈلز کی اعانت سے سرظفر اللہ جج مقرر ہوئے یہ پاکستان میں امریکی خدمات کی انجام دہی کا ثمرہ تھا۔ پاکستان کو سیٹو جیسے معاہدوں میں پھنسانے کے صلے آپکی عزت افزائی کی گئی۔ سرظفر اللہ نے جنوب مغربی افریقہ کے انقلاب کے مسئلے پر عالمی عدالت میں جو گھناؤنا کردار ادا کیا اس کے نتیجے میں برطانوی اور امریکی آقاؤں کی اشیرباد حاصل کر کے آپ کو عدالت کی صدارت تو مل گئی لیکن یہ داغ کسی طرح دھل نہ سکے گا۔ برطانوی سامراج کی شخصی یادگار سرظفر اللہ محکوم اقوام کی آزادی کا ترجمان بن ہی نہیں سکتا تھا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک میں بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کرنے میں لندن مشن اور سرظفر اللہ کے بیانات تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور ان کی تلخی ابھی تک ہمیں یاد ہے۔ بین الاقوامی عدالت میں ظفر اللہ کے کردار کا ذکر ہی کیا ۱۹۴۵ء میں برطانوی سامراج نے آزادی پسند چین کی تحریک حریت کے زمانے میں آپ کو اپنا اے۔جی نامزد کر کے خصوصی خدمات کی بجا آوری کیلئے چین روانہ کیا۔ ایسے ہی تحریک پاکستان کے آخری ایام میں جون ۱۹۴۷ء تک جب تک برطانوی وزیر اعظم نے تقسیم ہند کے منصوبے کا اعلان نہیں کیا تھا۔ سرظفر اللہ انڈین فیڈرل کورٹ کے جج تھے اور جج کی حیثیت سے کسی قسم کی سیاسی تحریک میں کوئی حصہ نہ لے سکتے تھے۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کے بعد آپ استعفیٰ دے کر نواب بھوپال کے آئینی مشیر بن گئے۔ انگریز ان کی خدمات والیانِ ریاست ہائے ہند کے مفادات کے تحفظ اور برطانوی حکومت کے ساتھ ان کے خصوصی تعلقات کے سلسلے میں معاہدات کی تشکیل کے لئے مستعار لینا چاہتا تھا۔ لیکن آزادی کے ایکٹ اور لیبر حکومت کے دیگر اعلانات سے سیاسی صورت حال بدل گئی۔ سرظفر اللہ نے انگریز گورنر پنجاب اور دیگر افسروں کے اشارے پر پنجاب کی سیاست میں قدم جمانے کے لئے راہ ہموار کی سرخضر حیات کو استعفیٰ کا مشورہ دیا اور خود چیف منسٹر بننے کی امید لگا بیٹھے۔

سرظفر اللہ کٹر قادیانی تھے مسلمانوں کو کافر دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے پر ایمان رکھتے تھے اسی لئے قائد اعظم کا جنازہ نہ پڑھا۔ قادیانیوں کو سروسز میں لانے اور جماعت کے لئے سیاسی اور مادی فوائد کے حصول میں کوشاں رہے۔ عجم کے کرنل لارنس اور برطانوی سامراج کے عظیم حاشیہ بردار تھے۔ آپ استحصالی، اسلام دشمن اور حریت کش طبقات کے ترجمان اور آزادی کے متوالوں کے سخت مخالف تھے۔

برطانیہ، امریکہ، اسرائیل اور قادیانی خلیفوں کے درمیان اہم رابطہ تھے۔ آپ کے ذاتی کردار کے بارے میں اگر کسی صاحب کو دلچسپی ہو تو ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۰ء تک کے الفضل قادیان اور پیغام صلح لاہور ملاحظہ کرے۔ خاص طور پر اس زمانے کی تحریرات جبکہ خلافت جوبلی ۱۹۳۹ء پر آپ نے مرزا محمود کو روپوں کی تھیلی پیش کی اور لاہوری امیر جماعت محمد علی نے آپ کو باہمی اختلافات میں ثالث بننے کی ایک دعوت دی۔ =

خوشخبری

مکہ معظمہ کی چار ہزار سالہ مکمل، مدلل، اور مفصل ذی شان تاریخ چھپ کر تیار ہو چکی ہے

تاریخ المکۃ المکرمۃ

مؤلف۔ محمد عبد المعبود

مکہ معظمہ کی تہذیبی، تمدنی، اقتصادی، ارتقائی اور جغرافیائی تاریخ۔ بیت اللہ، مسجد الحرام، غلاف کعبہ، حجر اسود وغیرہ کی تاریخی دستاویز کا حسین مرقع ــــ جلد اول صفحات ۴۸۴ قیمت /۴۰ روپے۔ جلد دوم صفحات ۴۸۸ قیمت /۴۰ روپے

مکتبۃ الحبیب۔ جامع مسجد پھولوں والی۔ رحمن پورہ۔ راولپنڈی

قادیان سے اسرائیل تک